اسلام اور عورت کا مرتبہ

مولانا سید اطہر عباس رضوی

خداوند عالم نے روئے زمین پر سلسلۂ بشریت کی داغ بیل ڈالنے کے لئے سب سے پہلے آدم و حوا کو اپنی قدرت کاملہ سے خلق فرمایا اور چونکہ دونوں کا مادۂ تخلیق ایک ہے اس لئے خلقت اور مادّۂ خلقت کے اعتبار سے دونوں مساوی اور برابر ہیں؛ کسی کو کسی پر کوئی فضیلت و برتری نہیں ہے۔ مقامِ تخلیق میں خالقِ کائنات نے پہلے جناب آدم کو خلق فرمایا اور پھر جناب حوّا کو جنابِ آدمؑ کی باقیماندہ مٹی سے خلق فرمایا اور چونکہ پروردگار عالم کو سلسلۂ بشریت کو تاقیامت قائم اور باقی رکھنا تھا اس لئے ان دونوں کو استمرار و افزائش نسل کا وسیلہ اور ذریعہ قرار دیا۔

جناب آدم و حوا کے بعد جناب عیسیٰ کے علاوہ سارے انسان ماں اور باپ سے اس دنیا میں آئے ہیں؛ یہ فقط جناب عیسیٰؑ کا طرۂ امتیاز ہے کہ وہ صرف جناب مریم ؑ کے ذریعے سے اس دنیا میں آئے ہیں۔ یہ امر عورت کی عظمت کی واضح دلیل ہے کہ خداوند عالم نے جناب عیسیٰؑ کو باپ کے بغیر صرف ماں کے توسط سے پیدا کیا ہے تاکہ دونوں کو اپنی آیت اور نشانی قرار دے۔ نسل انسانی کی بقاء اور استمرار و افزائش کے لئے خداوند عالم نے عورت کو ظرف تخلیق قرار دیا اور اس طرح سے نسل انسانی کی پرورش و تربیت کی ذمہ داری صنف نسواں کے عنوان سے عورت کے سپرد کی؛ اس لحاظ سے عورت ہمیشہ علماء اور دانشوروں کی توجہ کا مرکز رہی ہے۔ یہ بات ممکن نہیں کہ تاریخ میں انسان کی بات ہو اور عورت کی بات نہ ہو۔ پوری تاریخ میں عورت مرد کے شانہ بہ شانہ زندگی کے نشیب و فراز اور اس کی تعمیر میں پیش پیش رہی ہے۔ کبھی بلاواسطہ اور کبھی بالواسطہ یعنی مردوں کی ترغیب و تشویق سے اور ان کے اندر ضروری محرکات کو جنم دے کر عورت نے تاریخ انسانی میں اپنا مؤثر کردار ادا کیا ہے لیکن اس کے باوجود عرصۂ دراز سے تعصب اور غیر منصفانہ فیصلوں کا شکار رہی ہے۔ بہت سارے دانشوروں اور ماہرین نے شعوری یا لاشعوری طور پر معاشرۂ انسانی میں عورت کے حقیقی اور مؤثر کردار کو نظر انداز کیا ہے اور اس کو فقط اور فقط تولید نسل اور اطفاء شہوت کا وسیلہ سمجھا ہے جو کسی بھی طرح درست نہیں ہے اور سراسر اسلامی اصول و مبانی کے خلاف ہے۔

نظام خلقت میں عورت کی شرافت اور اس کی انسانی منزلت وحیثیت کو روشن کرنے میں قرآن کریم کے نقطۂ نظر کی تحقیق کا ہم اس مختصر مقالہ میں جائزہ لینے کی کوشش کررہے ہیں۔

سورۂ نساء کی ابتدائی آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا۔

یہ آیت جس کے مخاطب سارے انسان ہیں اس میں خداوند عالم سب کو تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے اور اس کے بعد اپنی صفت خالقیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے: وہی پروردگار جس نے تم کو ایک نفس سے خلق کیا ہے اور اس کی بیوی کو بھی اسی نفس اور ماہیت سے خلق کیا ہے اور ان دونوں سے بہت سارے مردوں اور عورتوں کو خلق کیا۔

یہ آیت جو انسان کی خلقت وبنیاد آفرینش اور نسل انسانی کی طرف اشارہ کرتی ہے، تصریح کررہی ہے کہ سارے انسان نفسِ واحد سے پیدا ہوئے ہیں۔ مرحوم طبرسی کے بقول اس آیت میں نفس سے مراد باجماع مفسرین حضرت آدمؑ ہیں۔[1] اس آیت کا اگلا حصہ بھی اس حقیقت کی طرف بہترین قرینہ ہے کیونکہ ارشاد ہوتا ہے کہ اس نفس کی ہمسر کو اس کی جنس سے پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سارے مردوں اور عورتوں کو پیدا کیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ نفس واحدہ سے مراد آدمؑ ہیں کہ خدا نے آدم اور ان کی ہمسر حوا کو نسل انسانی کی بقاء اور استمرار وافزائش کا وسیلہ قرار دیا۔

یہاں پر اس بات کا تذکرہ ضروری ہے کہ اس آیت میں ہر چند مصداق نفسِ واحدہ میں آدمؑ ہیں لیکن استعمال لفظِ نفس اور پوری خلقت کا اس نفس کی جانب انتساب حقیقت میں دوسرے نکتہ کی طرف اشارہ کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ سارے لوگوں کا سرچشمہ [مرد ہو کہ عورت] ایک ہے اور ان کے گوہر آفرینش کی بازگشت ایک گوہر اور ایک نفس کی طرف ہوتی ہے۔

۱۔ مجمع البیان، ج۳، ص۸، فخر رازی کا بھی قول ہے: اجمع المسلمون علی ان المراد بالنفس الواحدہ ھہنا ھو آدم علیہ السلام الا انہ انث الوصف علی لفظ النفس (تفسیر کبیر، ج۹، ص۱۶۰)

لفظِ نفس علامہ طباطبائی کے بقول وہ چیز ہے جو قوام انسانیت ہے اور انسان کی انسانیت اس سے وابستہ اور اس پر موقوف ہے اور اس سے مراد دنیا میں وہ آدمی ہے جو جسم و روح کا مجموعہ ہے اور آخرت میں تنہا روح ہے۔[۱]

بہر حال تمام افراد بشر کا سرچشمہ حضرت آدمؑ ہیں اور جس طینت سے خدا نے آدمؑ کو پیدا کیا ہے بقیہ ابناء بشر کو بھی اسی طینت سے خلق کیا ہے۔ خواہ مرد خواہ زن، سب کی خلقت ایک طینت سے ہوئی ہے اسی لئے سب کو بنی آدم کہا جاتا ہے۔

آیت کا اگلا حصّہ "وخلق منها زوجها" اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ آدمؑ کی زوجہ خود آدمؑ کی ماہیت اور جنس سے ہیں اور دونوں ایک حقیقت سے بہرہ مند ہیں۔ بنابراین، آدمؑ کا جوڑا خود ان کی اپنی طینت اور سرشت سے ہے۔ علامہ طباطبائی کے بقول اس آیت میں مِن نشویہ ہے یعنی کسی چیز کی نشو و نما کو بیان کرتا ہے، تبعیض کے لئے نہیں ہے۔ یعنی آدمؑ کا جوڑا اسی کی نوع سے ہے اور دونوں ایک جیسے ہیں اور اس بات کی تائید و تصدیق قرآن کی دوسری آیات سے بھی ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر ارشاد ہوتا ہے:

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا۔

ترجمہ: اور خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمہاری سرشت اور تمہاری نوع سے تمہارے لئے بیویاں پیدا کی ہیں تاکہ ان کے پہلو میں تمہیں سکون واطمینان کی دولت نصیب ہو۔[۲]

آیت آگے کہتی ہے: وَبَثَّ مِنهُما رِجَالاً كَثيراً وَنِسَاء۔ خداوند متعال نے آدمؑ اور حوّا سے بے شمار مردوں اور عورتوں کو پیدا کیا۔ یہ آیت تصریح کرتی ہے کہ نسل انسانی اور تمام بنی نوع انسان کا منبع اور سرچشمہ جناب آدمؑ اور جناب حوّاؑ ہیں اور سارے انسان ایک مرد و عورت سے وجود میں آئے ہیں اور نسل انسانی کی افزائش اور استمرار میں دونوں کا یکساں کردار ہے۔ مرد کتنا ہی عظیم کیوں نہ ہو اس کو جاننا چاہئے کہ اس کا منبع و سرچشمہ ایک مرد اور ایک عورت ہے؛ لہٰذا اگر مرد انسانی ماہیت سے بہرہ مند ہے تو یہ مرد اور عورت کے اختلاط کا نتیجہ ہے کہ دونوں ایک ماہیت سے سرافراز ہیں اور ان دونوں کی انسانی ماہیت سے بہت سارے انسان [خواہ مرد خواہ عورت] معرض وجود میں آئے ہیں۔ حقیقت میں قرآن زوجہ آدمؑ جناب حوّاؑ کی خلقت کو اسی گوہر اور حقیقت سے قلمداد کرتا ہے جس سے جناب آدمؑ کی خلقت ہوئی ہے۔

۱۔ سورہ روم، آیت ۲۱ (سورہ نحل کی آیت ۷۲ اور سورہ شوریٰ کی آیت ۱۱ بھی اسی مضمون کی طرف اشارہ کرتی ہے۔)

۳۔ المیزان، ج ۴، ص ۱۳۵

اسلام میں عورت کا مرتبہ

جس وقت عورت کی سماج اور معاشرے میں کوئی قدر و قیمت نہیں تھی اور پوری دنیا میں اس کی ایک جنسی متاع کے عنوان سے خرید و فروخت ہو رہی تھی؛ اسلام نے اس کو ایک خوشبودار پھول کے عنوان سے متعارف کرایا[۱]۔ عورت کا مرتبہ اور وقار اس درجہ بلند کیا کہ اس کو امانتِ خدا کے عنوان سے سرافراز کیا۔[۲]

آج کی دنیا میں عورتوں کے تعلّق سے تشدد و بدسلوکی اور کج خلقی و بدرفتاری ایک معمول کی سی بات ہے جبکہ اسلام نے عورتوں کی محبت کو معیارِ ایمان قرار دیا ہے[۳] اور عورتوں کے تعلق سے خشونت و بدسلوکی کو روکنے کے لئے یہ اعلان کیا ہے کہ اگر کوئی عورت پر ظلم و ستم روا رکھے گا تو اس ظالم کو خداوند عالم بروز قیامت ستّر گنا سزا دے گا۔[۴]

قرآن اور صدر اسلام کے مسلمانوں کا موقف اس حقیقت کا گواہ ہے کہ زندگی میں عورت کا وجود مرد کے بقدر حیاتی ہے؛ اس کا درجہ نہ مرد سے کسی طرح کم ہے اور نہ حقیر و پست اور معمولی شمار ہوتی ہے۔ اگر بیگانہ تمدّنوں اور تہذیبوں کے اثرات نہ ہوتے تو مسلمانوں کے درمیان کبھی اس طرح کا سوال نہ اٹھتا۔ عورت اور مرد کے مرتبہ کا مساوی اور برابر ہونا سب کے نزدیک مسلم تھا؛ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَ الْمُسْلِمَاتِ وَ الْمُؤْمِنِينَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ وَ الْقَانِتِينَ وَ الْقَانِتَاتِ وَ الصَّادِقِينَ وَ الصَّادِقَاتِ وَ الصَّابِرِينَ وَ الصَّابِرَاتِ وَ الْخَاشِعِينَ وَ الْخَاشِعَاتِ وَ الْمُتَصَدِّقِينَ وَ الْمُتَصَدِّقَاتِ وَ الصَّائِمِينَ وَ الصَّائِمَاتِ وَ الْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَ الْحَافِظَاتِ وَ الذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَ الذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَّ أَجْرًا عَظِيمًا۔

ترجمہ: یقیناً مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، صاحب ایمان مرد اور صاحب ایمان عورتیں، اطاعت گزار مرد اور اطاعت گزار عورتیں، سچے مرد اور سچی عورتیں، صابر مرد اور صابر عورتیں، خاضع و خاشع مرد اور خاضع و خاشع عورتیں، انفاق کرنے والے مرد اور انفاق کرنے والی عورتیں، روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں، پاکدامن مرد اور پاکدامن عورتیں اور بکثرت یاد خدا کرنے والے مرد اور بکثرت یاد خدا کرنے والی عورتیں، خدا نے ان سب

۱۔ نوادر راوندی، (ترجمہ اُردستانی)، ج۱، ص ۱۷۲
۲۔ تفسیر برہان، ج ۳، ص ۳۴۷
۳۔ بحار الانوار، ج ۱۰۰، ص ۲۲۸
۴۔ مستدرک الوسائل، ج ۱۴، ص ۲۵۰

کے لئے مغفرت اور اجر عظیم مہیا کیا ہے[۱]۔

ان آیات سے بخوبی روشن ہوتا ہے کہ مرد و عورت ایک دوسرے کے پہلو میں ترازو کے دو پلڑوں کی طرح ہیں۔ خداوند عالم نے دونوں کے لئے بغیر کسی فرق کے یکساں اجر و پاداش کا وعدہ کیا ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَوٰةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ۔

ترجمہ: مرد و عورت میں سے جو بھی صاحب ایمان ہو اور عمل صالح انجام دے، اس کو ہم پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور ان کے اعمال سے بہتر انھیں اجر و ثواب عطا کریں گے[۲]۔

اس آیت میں حیات طیبہ کا معیار صنفی اختلاف یا رتبۂ اجتماعی نہیں ہے بلکہ حقیقی معیار ایمان اور عمل صالح ہے۔ جو لوگ عورت کو مرد سے کمتر اور حقیر سمجھتے ہیں، یہ آیت ان کو اس بات کی طرف متوجہ کرتی ہے کہ اسلام کوئی مرد محور دین نہیں ہے؛ بلکہ اگر صراط مستقیم پر گامزن ہوں تو دونوں یکساں طور پر حیات طیبہ سے بہرہ مند ہوں گے اور اجر و ثواب الٰہی کے مستحق قرار پائیں گے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ۔

اے لوگوں ہم نے تم سب کو مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں قوم و قبیلہ میں تقسیم کر دیا تاکہ جان لو کہ اصل و نژاد مایۂ افتخار نہیں ہے، خدا کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ مکرّم وہی ہے جو سب سے زیادہ با تقویٰ ہو۔ خدا لوگوں کے اچھے اور برے اعمال سے خوب واقف ہے[۳]۔

اس آیت میں بھی مرد اور عورت دونوں کو ایک ردیف میں قرار دیا گیا ہے اور خدا نے اجر و ثواب کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں رکھا۔ تمام ظاہری اور مادّی امتیازات پر خط کھینچتے ہوئے معیار فضیلت تقویٰ کو قرار دیا ہے۔

یہ آیت اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ مرد و عورت دونوں فطرت خدا شناسی، اکتساب معرفت، قرب خداوندی تک پہونچنے اور دوسری تمام صلاحیتوں میں یکساں ہیں اور انسانیت کے درجہ کمال پر فائز ہونے کی یکساں طور پر صلاحیت و قابلیت رکھتے ہیں۔

۱۔ سورہ احزاب، آیت ۳۵
۲۔ سورہ نحل، آیت ۹۷
۳۔ سورہ حجرات، آیت ۱۳

اسلام میں بحیثیت ماں، عورت کا مرتبہ

عورتوں کی ایک نمایاں خصوصیت جو انھیں رحمانی اور انسانی رنگ و بو عطا کرتی ہے ،مادری شان و شوکت ہے۔خداوند متعال اس تعلق سے فرماتا ہے :

وَ وَصَّيْنَا الْإِنْسانَ بِوالِدَيْهِ إِحْساناً حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهاً وَ وَضَعَتْهُ كُرْهاً وَ حَمْلُهُ وَ فِصالُهُ ثَلاثُونَ شَهْراً ...۔[۱]

ترجمہ: ہم نے انسان کو وصیت کی ہے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرے،اس کی ماں اس کو بے سکونی اور بے چینی کے ساتھ نو مہینہ اپنے شکم میں رکھتی ہے اور پھر اسی بے چینی اور ناآرامی کے ساتھ وضع حمل کی منزل سے گزرتی ہے اور اس کی مدّت حمل و فصال تیس ماہ ہے۔

اس آیت میں ماں کے حقوق کی معرفت کے حوالہ سے تین بنیادی محور پر توجہ مبذول کرائی گئی ہے :

۱۔ دوران حمل: قرآن کریم اس آیت میں دوران حمل ماں کی تکالیف اور پریشانیوں کی طرف توجہ مبذول کراتا ہے: حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهاً

۲۔ وضع حمل کی ہولناک سختیوں کو بیان کرتا ہے کہ اس مرحلے میں ماں جس درد و کرب سے گزرتی ہے کوئی دوسرا اس کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتا: وَضَعَتْهُ كُرْهاً

۳۔ مدّت رضاعت کہ اس مدّت میں بھی ماں کو طاقت فرسا مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔خالق کائنات نے ماں کے مقام و مرتبہ کی تجلیل و تکریم کی غرض سے خود اس موضوع کو بیان کیا ہے تاکہ ماں کی یہ خدمات نذر تغافل نہ ہو جائیں۔

غیر اسلامی معاشروں میں آخر کی دہائیوں میں رائج نقطہ ہائے نظر نے بحیثیت ماں، عورت کے مقام و مرتبہ کو اتنا گرادیا ہے کہ ان کے یہاں ماں کی شان اور وقار کی رعایت روبہ زوال نظر آتی ہے۔اس کے برعکس اسلامی نقطہ نگاہ سے بحیثیت ماں، عورت کا مقام و مرتبہ اتنا بلند و بالا اور مقدّس ہے کہ جنت کو ماں کے قدموں کے نیچے قرار دیا ہے ،وہ جنت جو ہر آدمی کا خواب ہے اور ہر انسان کی آرزوؤں اور تمناؤں کا مرکز و محور ہے[۲]۔

۱۔سورہ احقاف،آیت ۱۵

۱۔ مجموعۂ کلمات قصار رسول مقبول، ص ۴۳۴

اسلام نے ماں کا وہ مرتبہ بیان کیا ہے کہ دنیا کی کوئی بھی محبت، ماں کی محبت کی جگہ نہیں لے سکتی۔[۱]

ماں کے حقوق ایسے بیان کئے ہیں کہ انسان کی عقل اس کے ادراک سے عاجز ہے۔ رسول گرامی اسلامؐ سے سوال ہوتا ہے کہ اے اللہ کے رسول! ماں کے حقوق کیا ہیں؟ فرمایا: اگر ریگ ہائے بیابان اور قطرات باران کے برابر ماں کی خدمت کرو تب بھی ماں کے شکم میں ایک دن رہنے کی برابری نہیں ہو سکتی ہے۔[۲]

غیر اسلامی حلقوں میں ماں کا احترام بس نام کا رہ گیا ہے اور ماں کی نافرمانی ایک عادت سی ہو گئی ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ اسلامی حلقوں میں ماں کا احترام مکمل طور سے ملحوظ خاطر رکھا جاتا ہے لیکن ایسا وہ لوگ کرتے ہیں جو اسلامی تعلیمات سے بے بہرہ ہیں اور بس نام کے مسلمان ہیں۔ ایک مرتبہ امام سجاد علیہ السلام سے پیشوائے اسلام کی حیثیت سے سوال ہوا: آپ جو کہ ماں کے تعلق سے صالح ترین مردم ہیں، اپنی ماں کے ساتھ ایک دستر خوان پر غذا کیوں تناول نہیں فرماتے؟ امام نے فرمایا: ڈرتا ہوں کہ میرا ہاتھ اس غذا کی طرف نہ بڑھ جائے جس پر مجھ سے پہلے میری ماں کی نظر پڑ چکی ہے اور میری ماں وہ غذا تناول کرنا چاہتی ہوں؛ اتنی سی نافرمانی کا خوف مجھے ان کے ساتھ ایک دستر خوان پر بیٹھنے سے مانع ہے۔[۳]

بحیثیت ماں عورت کا نگاہ قدرت میں وہ مقام و مرتبہ ہے کہ پروردگار عالم نے مقام اطاعت میں ماں کو باپ پر مقدم رکھا ہے؛ چنانچہ ایک مرتبہ رسول گرامی اسلامؐ سے کسی نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول اگر ماں باپ دونوں ایک ساتھ آواز دیں تو اولاد کس کی آواز پر پہلے لبیک کہے؟ فرمایا: ماں کی آواز پر لبیک کہے؛ راوی نے پھر دریافت کیا کہ اگر اس کے بعد بھی دونوں ایک ساتھ آواز دیں تو اس بار اولاد کس کی آواز پر لبیک کہے؟ فرمایا: ماں کی آواز پر لبیک کہے؛ راوی نے دریافت کیا اگر تیسری بار بھی ایسا ہو تو کس کی آواز پر لبیک کہے؟ فرمایا: ماں کی آواز پر لبیک کہے؛ راوی نے دریافت کیا اے اللہ کے رسولؐ اگر ایسا چوتھی بار بھی ہو تو اولاد کیا کرے؟ فرمایا: باپ کی آواز پر لبیک کہے۔ یہ ہے مقام اطاعت میں اسلام کے نزدیک ماں کا مرتبہ۔ بحیثیت ماں عورت کی ایسی تجلیل کسی بھی دین و مذہب میں نظر نہیں آتی۔

اسلام میں بحیثیت زوجہ، عورت کا مرتبہ

کسی بھی دین و مذہب اور قوم و ملّت میں اسلام کے بقدر حقوقِ زوجہ کی نسبت تاکید نہیں کی گئی ہے۔ جس دنیا میں شوہروں کی طرف سے بیویوں پر ظلم و ستم کیا جاتا ہے اور انھیں طرح طرح کی اذیتوں سے دوچار کیا جاتا ہے

۲۔ الکافی (ط، الاسلامیہ)، ج ۲، ص ۴۰۹
۳۔ مستدرک الوسائل، ج ۱۵، ص ۲۰۳
۴۔ بحار الانوار (ط۔ بیروت)، ج ۱۰۱، ص ۹۳

،فقط دینِ اسلام ہے جو اس تعلق سے کہتا ہے کہ اگر مرد اپنی بیوی کو طمانچہ لگائے گا تو بروز قیامت اس کو ستّر گنا عقوبت کا سامنا کرنا پڑے گا۔[۱] یہ دین مبین اسلام ہے جو کہتا ہے کہ اگر مرد اپنی بیوی کے شہر میں ہو اور وہ بیوی کے گھر کے علاوہ کسی اور گھر میں سوئے اور رات بسر کرے تو یہ خلاف جوانمردی ہے[۲]۔

اسلام کہتا ہے کہ مرد کا اپنے اہل وعیال کے ساتھ بیٹھنا خدا کے نزدیک مسجد میں اعتکاف کے لئے بیٹھنے سے زیادہ محبوب ہے[۳]۔اسلام ہی ہے جو امّت میں برتری کا معیار عورت کی محبت کو قرار دیتا ہے۔ پیغمبر اسلامؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ میری امّت کے بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں کی نسبت تند خو، بدمزاج، اور متکبر نہ ہوں اور ان سے نرمی اور محبت کے ساتھ پیش آئیں اور ان کو اذیت وآزار نہ پہونچائیں[۴]۔

امام اوّل حضرت علی علیہ السلام نے مردوں کو اپنی بیویوں کے ساتھ محبت ومدارات اور حسن معاشرت کی سفارش وتاکید کی ہے[۵]۔ یہ دین مبین اسلام ہے جو مرد کو اپنی بیوی کے ساتھ اظہار محبت کا حکم دیتا ہے یعنی مرد کے لئے یہی کافی نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی سے محبت کرے بلکہ اگر محبت کرتا ہے تو اس کا اظہار بھی کرے[۶]۔

اسلام کے علاوہ کسی دین و مذہب میں عورت کی ایسی تجلیل و تکریم دیکھنے کو نہیں ملتی ہے۔اسی طرح حلال طریقے سے اپنی بیوی کی روزمرہ کی ضرورتوں کو پورا کرنا، اسلام کی نگاہ میں خدا کی راہ میں جہاد کا درجہ رکھتا ہے[۷]۔

اسلام میں بحیثیت دختر، عورت کا مرتبہ

جس معاشرے میں بیٹی ذلّت سمجھی جاتی تھی اور اس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا یہاں تک کہ پیدائش کے بعد اس کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا، اسلام ظہور کرتا ہے اور پیغمبر گرامی اسلامؐ اپنی بیٹی کے ہاتھوں کو چومتے ہیں اور بیٹی کی ولادت کو خوش قسمتی اور ماں کی خوبی کی علامت قرار دیتے ہیں[۸]۔اس کو مایۂ رحمت وبرکت سمجھتے ہیں اور گھر میں اس کے وجود کو فرشتوں کے نزول کا سبب جانتے ہیں[۹]۔ ماں، بیوی اور بیٹی کے تعلق سے جو مقام و مرتبہ اسلام نے عورت کو عطا کیا ہے ویسا رتبہ ودرجہ دور عہدین اور دور حاضر میں کسی بھی مذہب وملّت نے عورت کو عطا نہیں کیا۔

۱۔ مستدرک الوسائل، ج۱۴، ص۲۵۰
۲۔ من لایحضرہ الفقیہ، ج۳، ص۵۵۵
۳۔ مجموعہ ورام، ج۲، ص۱۲۲
۴۔ مکارم الاخلاق، ص۲۱۶
۵۔ من لایحضرہ الفقیہ، ج۳، ص۵۵۶

۱۔الکافی، ج۵، ص۵۶۹
۲۔ بحارالانوار، ج۱۰۱، ص۷۲
۳۔ ترجمہ جامع الاحادیث، ج۲۶، ص۶۵۹
۴۔سابق حوالہ، ص۶۵۱

اس دور اور سماج میں لڑکے کو لڑکی سے برتر سمجھا جاتا تھا؛ لیکن اسلام نے نہ صرف یہ کہ عورتوں کی پائمال شدہ شخصیت کو واپس کیا بلکہ اس سے بالاتر مقام و مرتبہ عطا کیا، چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

اِنَّ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی عَلَی الإِنَاثِ اَرَقُّ مِنۀُ عَلَی الذُّکُورِ۔

ترجمہ: خداوند عالم مردوں کی نسبت عورتوں پر زیادہ مہربان ہے[۱]۔

اسی طرح ایک روایت میں باپ کو حکم دیا گیا ہے کہ اگر اولاد کے لئے تحفہ و ہدیہ فراہم کرے تو لڑکیوں کو لڑکوں پر مقدّم رکھے کیونکہ جو شخص اپنی بیٹی کو خوش رکھتا ہے، اس شخص کے مانند ہے جو اولاد اسماعیل سے ایک غلام کو آزاد کرتا ہے[۲]۔ خلاصہ کلام کسی بھی دین و مذہب میں اسلام کے بقدر عورتوں کی شخصیت اور ان کے حقوق کا دفاع نہیں کیا گیا۔ اسلامی قوانین کی رعایت وہ واحد راستہ ہے جس پر چل کر عورتوں کو ظلم و ستم اور اذیت و آزار سے بچایا جا سکتا ہے۔

بحیثیت خاتون خانہ اسلام میں عورت کا مرتبہ

حقوق نسواں کی نام نہاد علمبردار تنظیمیں اور بوالہوس مردوں کا ایک گروہ کہتا ہے کہ اسلام نے عورت کو گھر کی چہار دیواری میں رکھ کر بیکار بنا دیا ہے۔ میری نظر میں اوّل تو یہ الزام ہی بے بنیاد ہے؛ دوّم یہ کہ کوئی طبقہ بیکار نہیں ہوتا، نظام عمل صرف تقسیم عمل ہے کہ گھر کے باہر کا جتنا کام ہے وہ مرد کرے اور گھر کے اندر کے جتنے کام ہیں وہ عورت کرے۔ یہی نظام عمل ہے کہ مرد مرد رہتے ہوئے کارآمد ہو اور عورت عورت رہتے ہوئے کارآمد اور مفید ہو۔ مرد کے لئے یہ کمال نہیں ہے کہ اس کے اندر نسوانیت پیدا ہو جائے اور عورت کیلئے بھی یہ کمال نہیں ہے کہ اس کے اندر مردانگی پیدا ہو جائے؛ بلکہ مرد مرد رہتے ہوئے ترقی کرے اور عورت عورت رہتے ہوئے ترقی کرے۔ اس کے لحاظ سے جو مناسب ہے وہ وہ کام کرے اور جو اس کے مناسب حال ہو وہ اس کام کو انجام دے۔[۳]

حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای فرماتے ہیں: اسلامی نقطۂ نگاہ سے ایک عورت کا بنیادی کردار اور فرض، امور خانہ داری ہے لیکن خانہ داری کا مطلب خانہ نشین ہونا نہیں ہے۔ اکثر افراد اس حوالے سے غلط فہمی کا شکار ہیں کہ خانہ داری کا مطلب گھر بیٹھنا ہے۔ قطعاً خانہ داری کا مطلب گھر بیٹھنا اور تمام فرائض سے

۵۔ وسائل الشیعہ، ج۲۱، ص ۳۶۷

۶۔ امالی صدوق، ص ۵۷۷

۳۔ مجموعہ تقاریر سید العلماء سید علی نقی نقن طاب ثراہ، ج ۴، ص ۱۳۴

دستبردار ہو جانا نہیں ہے۔ تعلیم حاصل نہ کرنا، تدریس نہ کرنا، اجتماعی امور انجام نہ دینا، کسی سیاسی سرگرمی میں شریک نہ ہونا وغیرہ خانہ داری کے معنی نہیں ہیں۔ خانہ داری کا مطلب گھر کی ذمہ داریوں کو پورا کرنا اور اس کے ساتھ ساتھ ہر وہ جائز کام جو عورت انجام دے سکتی ہے اور اس کا شوق رکھتی ہے، بغیر کسی روک ٹوک کے کر سکتی ہے لیکن یہ سارے کام امور خانہ داری کے ذیل میں ہوں۔ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا جن کی مثالی زندگی کل بشریت اور تمام انسانیت کے لئے نمونہ عمل ہے، کیا وہ صرف گھر تک محدود تھیں؟ جی نہیں؛ جب ضرورت پڑی تو میدان مباہلہ اور دربار حاکم میں بھی گئی ہیں۔ عورت کے گھر سے باہر نکلنے پر اسلام نے کوئی پابندی نہیں لگائی۔ اسلام نے عورت کو کسی جائز کام سے نہیں روکا۔ جس دور میں عورت کو ایک بیکار سی چیز سمجھا جاتا تھا اور اس کو بس خدمت گزاری اور شہوت بجھانے کا ذریعہ خیال کیا جاتا تھا اور اس کو سماج اور معاشرے میں کسی طرح کا کوئی حق حاصل نہیں تھا؛ اسلام نے ظہور کیا اور اس کو مردوں کے برابر مساوی حقوق دئے؛ چنانچہ جس طرح مردوں کے لئے طلب علم کو فریضہ قرار دیا اسی طرح عورتوں کے لئے بھی ان کے شانہ بہ شانہ طلب علم کو فریضہ قرار دیا۔ عورت موازین شرعی کی پابندی اور اصول اخلاق کی پاسداری کے ساتھ شوق سے گھر کے باہر نکل سکتی ہے اور اپنے ہر جائز شوق پورے کر سکتی ہے۔

منابع و مآخذ

- قرآن کریم
- تفسیر کبیر، رازی، فخر الدین
- مجمع البیان فی تفسیر القرآن، فضل بن حسن طبرسی
- المیزان فی تفسیر القرآن، سید محمد حسین طباطبائی
- علل الشرائع، شیخ صدوق
- من لایحضرہ الفقیہ، شیخ صدوق
- تورات، سفر تکوین، فصل دوم
- مستدرک الوسائل، نوری، میرزا حسین
- مکارم الاخلاق، حسن بن فضل طبرسی
- امالی، شیخ صدوق
- مجموعہ تقاریر سید العلماء، سید علی نقن
- بحار الانوار، علامہ مجلسی
- وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی